

دانائی کی بات جو نادان کہے اُسے قبول کرو
اور نادانی کی بات جو دانا کہے اُسے بخش دو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا بند

دوستو! انکار اگر تمکو بداہت کا نہیں
عالمِ اسباب ہے دنیا۔ اسے جانو یقیں
کاہ سے لے کوہ تک ذرّہ سے لے تا آفتاب
سبکو ہے جکڑے ہوئے اسباب کی حبل المتیں

اک مرتب سلسلہ پاؤگے وہاں اسباب کا
دشت میں پتّا کھڑکتا تم اگر دیکھو کہیں
یوں خدا چاہے تو لے اسباب کی تاثیر چھین
لیکن اُس قیومِ بے ہمتا کی یہ عادت نہیں
بھاپ اُٹھیگی سمندر سے۔ تو اُمنڈیگی گھٹا
آسماں برسے گا جب۔ اُگلیگی تب دولت زمیں
ہے یہ وہ قانونِ محکم مالکِ مختار کا
جو کہ سطحِ خاک سے نافذ ہے تا چرخِ بریں
وہ یہی قانون ہے جس سے لگا لیتے ہیں کھوج
وقت سے پہلے ہر اک انجام کا انجام بیں

۲

جان لیتے ہیں کہ ہے آمد خزاں کی باغ میں
ٹہنیوں سے خود بخود جب پتّیاں جھڑنے لگیں
دیکھ لیتے ہیں کہ جس گھر کی ہے پانی پر بنا
کوئی دن میں وہ رہیگا ہو کے پیوندِ زمیں
بسکہ ہے اُنکو قوانینِ الٰہی پر وثوق
اسلیے رکھتے ہیں اپنی پیش گوئی کا یقیں
دیکھتے ہیں روشنی جب دن کی وہ جاتی ہوئی
اُنکو آنکھوں سے نظر آتی ہے رات آتی ہوئی

دوسرا بند

جبکہ قانونِ الٰہی کا یہ ٹھیرا اقتضا
وہ رہیگا ہو کے جو ہے مقتضا اسباب کا
دیکھنا یہ ہے کہ کیا اُس قوم کا ہونا ہے حال؟
شاہراہِ عام سے ہے جسکی پگڈنڈی جُدا
ساری قومیں دے رہی ہیں وقت کا ساتھ آجکل
اور اِنکی چڑ ہے وہ۔ جو وقت کا ہے مقتضا
ہیں رَواں تیراک سب دریا کی رَو کے ساتھ ساتھ
اور اِنھیں کَد ہے کہ دیں دریا کی رَو اُلٹی بہا
اور اپنے اپنے جوہر ہیں جہاں دکھلا رہے
یہ دکھلاتے پھرتے ہیں جوہر سلف کے جابجا

٥

اور مفلس ہوں تو روزی کو پھریں کرتے تلاش
یہ جو مفلس ہوں تو قسمت کا پھریں کرتے گِلا
اور قوموں میں ہیں جہاں مالِ تجارت بیچتے
یہ وہاں گھر بار کے کرتے ہیں کوڑے برملا
اور ہیں سب سود لینے میں - یہ دینے میں دلیر
اور ہیں سب لوٹنے پر - یہ لُٹانے پر فدا
جتنے اوروں میں ہیں کھاؤ اُتنے ہی واں ہیں کماؤ
یاں کماؤ ایک ہے اور کھانے والا قافلا
جب کوئی اوروں میں ہو جاتا ہے دولت سے نہال
اپنی نسلوں میں وہ جڑ جاتا ہے دولت کی جمَا

یاں گیا بِلّی کے بھاگوں ٹوٹ اگر چھینکا کھیر
پڑگئی پشتوں تلک واں فاقہ مستی کی بِنا
اور تنگی سے گذارا کرتے ہیں آج اس لیے
تاکہ غیروں کی نہ کل کرنی پڑے کچھ التجا
یاں کسی کو مل گیا گر آج تر لقمہ ۔ تو پھر
اُسکو کچھ پروا نہیں اسکی کہ کل کھائیں گے کیا
زندگی جس قوم کی دنیا میں گذرے اسطرح
وہ رہے گی قوم دنیا میں بتاؤ کسطرح

تیسرا بند

نیند غفلت کی ہے سر تا سر مسلط قوم پر
سب کی آنکھیں ہیں کھلی۔ سوتے ہیں لیکن بے خبر

مصر کی ممیاں ہیں سب گویا۔ نہیں جنہیں حیات
گو کہ چلتے جاگتے آتے ہیں ظاہر میں نظر

خاندانوں کو رہا ہے میٹ دورِ روزگار
آج بگڑا یہ گھرانا، اور کل اُجڑا وہ گھر

پر نگاہِ بد کی جو زد میں نہیں آئے ابھی
جانتے ہیں دَورِ گردوں کا نہیں ہم تک گذر

بھیڑیا نوبت بہ نوبت گوسفندوں کو شکار
کر رہا ہے۔ اور نہیں کچھ گوسفندوں کو خبر

ہم جو بنتے بھی ہیں تو اکثر بگڑنے کے لیے
گرتے ہیں بانسوں اُبھرتے ہیں اگر بالشت بھر
قوم کو اپنے تنزل سے اُبھرنے کی اُمید
اہل علم و اہل دولت سے بہت کچھ تھی۔ مگر
اہل دولت کا ہے اس عالم سے اک عالم جُدا
عالمِ بالا سے بھی ہے۔ جو کی منزل اُدھر
جن دعاؤں کی پہونچ ہے عالمِ بالا تلک
اُن دعاؤں کا نہیں ڈیوڑھی تلک اُنکی گذر
اب رہے عالم سوا اتنا سو فقا اُنکو کہا
دین کا پھر کون ہے دنیا میں وہ اُلجھیں اگر

کون جا کر چین میں پھر دین کی دعوت کرے؟
کون گمراہوں کی لے جاپان میں جا کر خبر؟
حجّتِ حق کون لندن میں کرے جا کر تمام؟
کون برلن میں کرے تبلیغ قرآن و خبر؟
کون ہے اِن کے سوا اسلام کے فرقوں کو جو
مل کے آپس میں نہ ہونے دے کبھی شیر و شکر
اُنکی غفلت کا وہ عالم، اِنکی فرصت کا یہ حال
ہو یہ بیڑا کیوں نہ پھر منجدھار میں زیر و زبر
ہیں یہی گر قوم کے ساتھ آج بے پروائیاں
تو یہ سُن لو غافلو کل ہیں کھڑی رسوائیاں

چوتھا بند

پڑ رہی ہے چار سو دوڑو بڑھو کی یاں پکار
نیند کے ماتو! نہیں اب وقتِ غفلت ہوشیار!!
ہو رہی ہے عرصۂ آفاق میں قوموں کی دوڑ
بڑھ رہے ہیں پیادوں سے پیادے سواروں سے سوار
تھوڑی تھوڑی غفلتوں پر ہر رہی ہیں بازیاں
چال چوکا، اور ہوئی گردن پہ ہار آ کر سوار
پولو اور گھوڑ دوڑ کی سمجھو نہ ہار اس ہار کو
جو یہاں ہارا، ہوئی ذلّت گلے کا اُسکے ہار

قوم جو اِس دوڑ میں ہاری اُسے سمجھو کہ وہ
ہوگئی زور آزمائی کا حریفوں کی شکار
سایہ میں برگد کے جیسے جل کے رہجاتی ہے گھاس
ہے یونہیں ہوتی زبردستوں میں مِتّی اُسکی خوار
حق ہے غالب کا کہ پھُلے اور دَبے مغلوب کو
ہے یہی مغلوب ہونے کا مآلِ انجام کار
کرتے آئے ہیں سب اپنی باری میں یہی
اور یہی جاری رہے گا دَورتا روزِ شمار
قوم کا درجے سے گرجانا ہے اپنے وہ گناہ
مرتکب جسکا نہیں بچتا سزا سے زینہار

یاد رکھو دوستو!! سُنّت ہے یہ اللہ کی
جو نہ بدلی ہے، نہ بدلے گی، اِلیٰ یَوْمِ الْقرار
جو بڑھے گا، مرتبہ اُسکا بڑھایا جائیگا
جو گریگا اپنے درجے سے، گرایا جائیگا

پانچواں بند

ایسے کچھ بیٹھے ہیں فارغ یارب کھولے کمر
جو مُہم درپیش تھی وہ کرچکے گویا کہ سر
قوم میں تعلیم پھیلانی تھی سو پھیلا چکے
ہوگیا وہ بیج جو بویا تھا نخلِ باروَر

پر جو سچ پوچھو تو ہم اب تک اُسی منزل میں ہیں
باندھ کر اُٹھّے تھے جس منزل سے احرامِ سفر
روشنی تعلیم کی کچھ کچھ جو یاں پاتے ہو تم
سب یہ جگنو کے سے چمکارے ہیں اے اہلِ نظر
ہے جہالت کا اندھیرا ہم پہ جو چھایا ہوا
اس اندھیرے ہی میں آتے ہیں یہ سب جلوے نظر
سارے ہو جاتے ہیں چمکارے ابھی کافور یہ
اس اندھیرے سے ذرا نکلو اُجالے میں اگر
ہمنے یہ مانا کہ تھے ہم جو زمیں پکڑے ہوئے
اُس سے آگے کچھ قدم ہمنے بڑھایا ہے۔ مگر

دیکھنا یہ ہے، کہ اوروں سے ہے کیا نسبت ہمیں؟
اور بڑھتے ہیں گزوں، بڑھتے ہیں ہم گر انچھ بھر

جبکہ ٹھیری ہم میں اور اوروں میں یہ نسبت۔ تو ہم
اُتنے ہی یاں گھٹ رہے ہیں بڑھ رہے ہیں جسقدر

پست ہے ہمسر سے جو اپنے۔ یہ سمجھا دو اُسے
خاک سے ہے وہ۔ گو کہ ہے پہونچا ہوا افلاک پر

اپنی پستی کے نشاں پاتے ہیں ہر منزل میں ہم
کیا تجارت، کیا صناعت، اور کیا علم و ہنر

کھل رہے ہیں جو کلوں کے کارخانے ملک میں
جنکے مالک ہیں وطن کے اہلِ ہمّت سربسر

جو کہ ہیں مُلکی ترقی کے لیے اِک فالِ نیک
جنمیں امیدیں ہیں مثلِ روزِ روشن جلوہ گر
قوم کا حِصّہ نہ واں پاؤ گے تم اِسکے سِوا
شام کو قُلیوں کی اک فوج آئے گی تمکو نظر
کون سا پستی کا حصہ اب رہا ہے اسکے بعد؟
یہ وہ پستی ہے کہ بس تحت الثرا ہے اسکے بعد

چھٹا بند

ہمنے مانا ہے موافق جنسے دورِ ماہ و سال
بھاگوان ایسے بھی ہیں اس قوم میں پر خال خال

چند جانیں بچ رہی تھیں جو کہ قومِ نوح میں
ساڑھے ملین میں ہے وہ اِن بھاگوانوں کی مثال
اُنکی کیا عزت ہے یارو؟ قوم ہے جنکی ذلیل
اُنکو کیا راحت ہے؟ جنکی قوم ہے سب خستہ حال
ہے وہ ایسا، غول میں قلیوں کے جیسے ایک مسٹ
ہے ہزاروں مفلسوں میں ایک اگر آسودہ حال
شال گدڑی سے ہے واں سو مرتبہ بدتر جہاں
ہوں ہزاروں گدڑیاں اور ایک کے کاندھے پہ شال
یاد رکھو! ہے فراخ اسلام کا دامن بہت
وہ ہے بنیادِ اُخوّت اُسنے کل اُمت میں ڈال

ہیں اسی امّت میں جو ڈھوتے ہیں دِن بھر ٹوکری
ہیں اسی امّت میں جو ہیں ڈھوتے دن رات کھال
ہیں انھیں میں جنکے سینے میں نہیں آیا سماں
جب سے آنکھ اُنکی کھلی دیکھا ہے گھر میں اپنے کال
ہیں انھیں میں جو کہ بہرِ نفقۂ فرزند و زن
سامنے ایک ایک کے پھیلاتے ہیں دستِ سوال
اِن عزیزوں کی اُخوّت سے جنھیں آتا ہو ننگ
نام لیں فہرست سے اسلام کی اپنا نکال
ورنہ ذلت سے نکالیں اِنکو اور یہ جان لیں
اِنکی ذلت میں اُنھیں عزت سے رہنا ہے محال

گھر میں اپنے بیٹھکر جو چاہے سو بن لے کو،
غیر قوموں میں نہیں حاصل اُسے جز انفعال
کہتے ہیں غیر اُسکو، ہمجنسوں میں اُجلا دیکھکر
یہ وہی کوّا ہے، لیکن ہنس کی چلتا ہے چال
وہ یہی خطرہ ہے جسکے ڈر سے مال اور جان سب
کر رہے ہیں اپنی اپنی قوم پر قربان سب

ساتواں بند

وہ گئے دن جبکہ تھے مختارِ مطلق حکمراں
قسمتوں کی قبضۂ قدرت میں تھی اُنکے عناں

ہاتھ میں غسّال کے مردہ ہو بے بس جسطرح
تھے جہاں بانوں کے ہاتھوں میں یونہیں اہلِ جہاں
تھا رعیت کا کوئی ہمدرد۔ تو تھا بادشاہ
اور جو مصلح تھا کوئی اُسکا۔ تو تھا خود حکمراں
تھی نہ اہلِ ملک کو قومی مقاصد سے غرض
کوئی قومیت کا باقی تھا نہ قوموں میں نشاں
خواہشیں سب کی جدا، اغراض تھیں سب کی الگ
اپنے اپنے راگ سے تھے اور اپنی اپنی ڈفلیاں
قوم اپنی حد سے آگے کوئی بڑھ سکتی نہ تھی
پیش قدمی سے رُکے کب کے کھڑے تھے کارواں

بند تھے نا کے ترقی کے۔ کہ آخر غیب سے
آیا اک سیلاب آزادی کا ریلا تا گہاں
جس نے سب روکیں ہٹا کر کر دیا میدان صاف
غار یا ٹیلا رہا باقی نہ کوئی درمیاں
ایک قانونِ مسلّم[ل] کی اطاعت کے سوا
ہو گئے ہر قید سے آزاد سب خُرد و کلاں
کر دیے انصاف نے ہموار سب پست و بلند
آ گئے سب ایک لیوِل پر قوی اور ناتواں

ل یعنی وہ قانون جسکے متعلق رعایا اِس بات کا اصولاً حق رکھتی ہے کہ جب تک اُسکے کل یا اکثر اہل الرائے اُس قانون کو تسلیم نہ کر لیں اُسوقت تک وہ ملک میں نافذ نہو سکے گا ۱۲

اب نہ قوموں کی ترقی میں ہے کوئی سدِّ راہ
اور نہ قوموں کے مدارج میں تفاوت درمیاں
سلطنت نے سب کو دے رکھے ہیں حق ڈنڈی کے تول
وزن میں پلڑا انہیں کوئی سبک کوئی گراں
جنکو دعوی ہے کہ ہم بیٹے بڑے باپوں کے ہیں
اُنکو کرنے ہونگے اب جوہر اصالت کے عیاں
ورنہ لینے ہونگے واپس اپنے دعوے سب اُنھیں
اور بھلانی ہوگی سب دل سے بڑوں کی داستاں
وہ گئے دن جبکہ کر دیتے تھے چھوٹوں کو بڑا
انقلاباتِ جہاں، یا اتفاقاتِ زماں

اب بڑائی کا ہے استحقاق پر سارا مدار
ہوگا جو کرّار[1] اُسی کو مرحمت ہوگا نشاں
قسمتوں کی آزمائش کا زمانہ ہو چکا
ہے بس اب یاں ہمتوں اور غیرتوں کا امتحاں
ہے تمہاری اب تمہارے ہاتھ موت اور زندگی
ہو تمھیں اپنے مسیحا، اور تمھیں ہو جاں ستاں
یا کرو کوشش، کہ مردہ قوم میں پڑ جائے جان
اور دکھاؤ خلق کو اس راکھ سے اُٹھتا دھواں

[1] یہ تلمیح ہے جنگ خیبر کے قصے کی طرف جسمیں آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میں فوج کا نشان اُس شخص کو دونگا جو کرّار غیر فرار (یعنی حملہ کرنیوالا اور نہ بھاگنے والا) ہے چنانچہ وہ نشان جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عنایت ہوا اور اُنکے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگیا ۱۲

یا رہو دنیا میں جُھنگوں اور پِشّوں کی طرح
جنکا ہے دنیا میں ہونا اور نہ ہونا ایکساں
قوم گنتی میں ہو گو مور و مَلَخ سے بھی سوا
مر گئے جب قوم کے دل۔ قوم میں پھر کیا رہا

ایها الناظرین

اگر آپ اس سچی اور پُر درد نظم کو پڑھکر متاثر ہوئے ہیں، اور قومی درد کی چوٹ دل میں لگی ہے، اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ موجودہ تباہی کے مٹانے میں حصہ لیں تو ایک نظر اس طرف ڈالیے۔

کسی قوم کی عزت اور ذلت اُسکی کثرت اور قلت پر منحصر نہیں ہے ہندوستان میں ۷۰ ملین یعنی ۷ کرور مسلمان آباد ہیں مگر آج جو اُنکی قابل افسوس حالت ہے وہ اِس نظم سے ظاہر ہے تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ فی زمانہ عزت اور نام آوری اعلی تعلیم پر منحصر ہے اسلیے ضرورت ہے کہ ہم اپنی یونیورسٹی

بنائیں مگر اُسکے لیے کثیر رقم کی ضرورت ہے۔ اگر آپ تھوڑی سی کوشش کریں تو سرمایہ کا جمع ہوجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ وَنْ رُوْپِیْ فَنْڈْ کے صدر دفتر مقام مُرار ریاست گوالیار سے رسید بہیاں منگا کر روپیہ وصول کیجیے۔ ہر ایک رسید بہی میں پچیس رسیدیں پچیس روپیہ کے واسطے ہیں۔ روپیہ جمع شدہ بنک بنگال آگرہ کو، اور مثنّی رسید بہی کا صدر دفتر کو بھیجنا چاہیے۔ ہر قسم کی اطلاع متعلق وَنْ رُوْپِیْ فَنْڈْ صدر دفتر سے بہم پہونچ سکتی ہے۔ اگر آپ ازراہِ قومی ہمدردی کوشش کریں تو آپ کو چند مسلمان ایسی آسانی سے ملجائیں گے جو ایک ایک یا ایک سے زیادہ روپیہ اس قومی کام میں بلا عذر دے سکتے ہیں۔

قسمتوں کی آزمائش کا زمانہ ہو چکا
ہے بس اب یاں ہمتوں اور غیرتوں کا امتحاں

المشتہر ظفر عمر۔ بی۔ اے۔ سکرٹری وَنْ رُوْپِیْ فَنْڈْ۔ مُرار۔ ریاست گوالیار۔

بعض الفاظ کی تصحیح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	بے آمد	آمد ہے
۵	۸	اور	تو
〃	۱	جڑ جاتا ہے دولت کی	جڑ دولت کی جاتا ہے
۶	۸	وہ ہے گی	وہ رہے گی
۱۰	۵	ہیں پیادوں سے پیادے	پیادوں سے پیادے ہیں
۱۲	۳	مرتبہ	حوصلہ
۱۵	۵	حصہ اب	درجہ اب
۱۶	۸	کاندھے	کندھے
۱۷	۳	سپنے	سپنے
۲۰	۱۱	نہو سکے گا	نہو سکے
۲۱	۷	دعوے سب	سب دعوے
۲۳	۳	گو	گرد